ہبہ اور اس کے شرعی احکام

ڈاکٹر محمود الحسن عارف
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

اسلام نے "رزق حلال" کمانے اور کھانے۔ نیز انتقال ملکیت کے جو ذرائع و اسباب اہل اسلام کو تعلیم کئے ہیں، ان میں "ہبہ" کا "ذریعہ" بھی شامل ہے۔ ہبہ کی اصطلاح کثیر الاستعمال تو ضرور ہے لیکن اکثر لوگ اس کے معنی و مفہوم اور اس کی وسعت و اہمیت سے نابلد ہیں، اس لیے اس مقالے میں دونوں باتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

۱۔ لغوی و اصطلاحی بحث

لفظ "ہبہ" مادہ و۔ ہ۔ ب (وھباً وھبۃً) سے مصدر ہے[۱] جس کے معنی ہدیہ، تحفہ اور عطیہ (GRANT ، GIFT ، PRESENT ، DONATION)، خصوصاً ایسے عطیہ کے ہیں، جس سے واہب (DONOR) کی کوئی ذاتی منفعت متعلق نہ ہو۔

لغوی اعتبار سے اگر کوئی بڑا شخص، مثلاً بادشاہ، رئیس یا والد اپنے سے چھوٹے (رعایا، نوکر، بیٹے) کو کوئی چیز دے تو اسے ہبہ کہتے ہیں اور اگر برعکس صورت ہو یعنی کوئی چھوٹا شخص اپنے سے بڑے کو کوئی چیز نذر کرے۔۔ تو "ہدیہ" (GIFT) قرار دیا جاتا ہے۔ گویا "ہدیہ" ایسے تحفے کا عنوان ہے۔ جس میں "مہدی الیہ" (جس کو ہدیہ دیا جا رہا ہو) اس کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے،[۲] ۔ اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف کسی شئی کے دینے کی نسبت ہو، تو اسے "ہبہ" ہی کہا جاتا ہے۔ تاہم مشہور ادیب اور ماہر لغت ابن قتیبہ نے اپنی کتاب عیون الاخبار میں[۳] "ہدیہ" کا استعمال وسیع مفہوم

---

[۱] ابن منظور الافریقی: لسان العرب، بذیل مادہ وہب

[۲] ابو ہلال العسکری: الفروق اللغویہ، قاہرہ ۱۳۵۳ھ، ص ۱۳۸۔

[۳] ابن قتیبہ: عیون الاخبار، ۳: ۱۲۲، قاہرہ ۱۹۳۰ء۔

میں کیا ہے ۔

"ہبہ" سے اسم مبالغہ الوھاب" الوہوب" ہیں، جس کے معنی "کثیر الہبات" ذات، کے ہیں، یعنی ایسی ذات جو بہت زیادہ عطیات اور انعامات سے نوازنے اور ایسی کریم و رحیم ذات کائنات ارضی و سماوی میں ایک ہی ہے ۔ اسی لیے بندہ" واہب" تو ہو سکتا ہے، مگر وہاب اور وہوب نہیں ہو سکتا ۔ یہ شان تو فقط اسی ذات بے ہمتا کو زیب دیتی ہے ۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[1] ۔

(اے ہمارے پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے، تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کرنا، اور ہمیں اپنے ہاں سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بڑا عطا فرمانے والا ہے ۔

اصطلاحی طور پر لفظ ہبہ" انتقال ملکیت" کا ایک جائز اور مفید ذریعہ ہے ۔ جو منقولہ اور غیر منقولہ جائداد میں یکساں طور پر مؤثر ہوتا ہے ۔ اس ضمن میں فریقین کے مابین جو معاہدہ طے پاتا ہے، اسے "عقد الہبہ" (DEED OF GIFT) کہا جاتا ہے ۔ اگر کوئی شئی کسی کو زبانی کلامی بھی دی جائے وہ اس کی ملکیت سے نکل کر متعلقہ شخص کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے مگر زیادہ بہتر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس معاہدے کو باقاعدہ تحریری صورت میں مرتب کیا جائے ۔

۲۔ قرآن مجید میں مادہ ہبہ کا استعمال

قرآن مجید میں اس مادے کا زیادہ تر استعمال لغوی مفہوم ہی میں ہوتا ہے، مثال کے طور پر اولاد عطا کئے جانے کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے :

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ[2]

(وہ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے ۔

---

[1] آل عمران ۔ ۸

[2] الشورٰی ۔ ۴۹

دوسری جگہ اس مادے کا اعطائے علوم نبوت کے ضمن میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ہے:

فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَّجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ [۱]

(پھر خدا نے مجھے نبوت و علم بخشا اور مجھے پیغمبروں میں سے کیا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر عطائے حکومت و سلطنت کے لیے بھی یہ لفظ مستعمل ہوا ہے۔ مثلاً فرمایا:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ج إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ [۲]

(اے میرے پروردگار مجھے مغفرت عطا فرما اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر، جو میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو، بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔

الغرض قرآن مجید میں دونوں طرح کے عطیات و تحائف کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ خواہ وہ حسی ہوں، جیسے اولاد اور خواہ وہ حواس خمسہ کی زد سے باہر ہوں، جیسے رحمت اور مغفرت خداوندی وغیرہ۔ انسانی تحائف و ہدایا کے ضمن میں ہمیں قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال نہیں ملتا۔

قدیم زمانے ہی سے انسانوں میں انتقال ملکیت کے جو مختلف طریقے رائج چلے آتے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ رضاکارانہ طور پر اپنی مملوکہ شئی دوسروں کو دے دی جائے پھر چونکہ اسلام باہمی بھائی چارے اور مہر و محبت پر بہت زیادہ زور دیتا ہے [۳] اس لیے اس نے ایسے طریقوں پر خصوصیت سے زیادہ زور دیا ہے، جن سے دوسروں کو بغیر عوض لیے اشیا کا حق دار بنایا جا سکتا ہے، جن میں سے ایک اہم طریقہ ہبہ کا بھی ہے۔ اس کے علاوہ صدقات، زکوٰۃ، فطرانہ، وقف اور عطیات وغیرہ کا بھی یہی مقصد ہے۔

---

[۱] الشعراء - ۲۱

[۲] ص - ۳۵

[۳] الحجرات - ۱۰

۳ - حدیث نبوی اور ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

تھادُوا تحابّوا و تذھب الشحناء[۱]

ایک دوسرے کو ہدیہ دو ، اس سے باہمی محبّت زیادہ ہوگی ۔ اور عداوت دور ہوگی ۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا : باہم ہدیہ دیا کرو ، اس سے حسد دور ہوتا ہے[۲]۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا : " پڑوسن اپنی ہمسائی کے لیے کسی چیز کا ہدیہ دینے میں بخل نہ کرے ، اگرچہ وہ بکری کا کھر ہی ہو[۳]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے متعلق فرمایا :

" اگر مجھے مذبوحہ جانور کے کھر یا پائے کی طرف بھی بلایا جائے تو میں اسے پسند کروں گا اور اگر یہ چیزیں مجھے دی جائیں تو میں قبول کروں گا[۴] مزید برآں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول کرنے کے بعد اس کا بدلہ دینے کا بھی حکم دیا کرتے تھے[۵] ایک دوسری روایت میں ہے ، آپ ہبہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ بھی دیتے تھے[۶]۔ کتب حدیث میں بیان کیا گیا ہے ہے کہ ایک بدو آپ کا دوست تھا وہ آپ کو دیہی اشیا لا کے دیتا تھا اور آپ اسے شہری چیزیں مرحمت فرما کر واپس بھیجتے تھے[۷]

۴ - فقہ اسلامیہ اور ہبہ ہبہ کا لفظ ایک مخصوص اصطلاح فقہ کے طور پر عہد نبوی ہی میں بکثرت استعمال ہونے لگا تھا ۔ بعد کے زمانے میں فقہاء

---

[۱] التبریزی ، مشکوٰۃ ، ۲ : ۵۵۱ ۔

[۲] مالک بن انس : الموطا ، باب حسن الخلق ، ۱۵ ؛ الترمذی : الجامع السنن ، کتاب الولاء ، باب ۵ ۔

[۳] البخاری : الجامع ، ۲ : ۱۲۹ ، کتاب الھبہ ، مطبوعہ لائیڈن

[۴] ایضاً ، ۲ : ۱۳۱ ۔

[۵] احمد بن حنبل : مسند ۲ : ۹۲ ۔

[۶] البخاری ، ۲ : ۱۳۴

[۷] مشکوٰۃ ، ۲ : ۵۹۱ ، حدیث ۴۸۸۹ ۔

نے شرح وبسط سے اس کے تفصیلی احکام مستنبط کیے ہیں۔

ہبہ کی تعریف اصطلاح فقہ میں ہبہ ایک شخص کا دوسرے کو جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کا فوری اور بلا معاوضہ مالک بنا دینے اور شئے موہوبہ کے حق ملکیت سے دستبردار ہونے کا نام ہے[۱] علامہ الجرجانی اس کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الهبة فى اللغة	ہبہ لغت میں
التبرع وفى الشرع	نیکی کرنے کا اور شریعت
تمليك العين بلا عوض[۲]	میں بلا معاوضہ کوئی شئ دوسرے کی ملکیت میں دینے کا نام ہے۔

ہبہ اور صدقہ احناف کے ایک قول کے مطابق ہبہ میں صدقہ بھی شامل ہے جبکہ دوسرے قول کے مطابق ہبہ صدقہ سے مختلف شئ ہے۔ کیونکہ صدقہ میں رضائے الٰہی مطلوب ہوتی ہے اور ہبہ اس سے عام فعل ہے۔ یعنی امام مالک اور ان کے متبعین کا بھی یہی مسلک اور عقیدہ ہے[۳] جبکہ حنابلہ، یعنی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کے نزدیک عطیہ، صدقہ، ہبہ اور ہدیہ وغیرہ سب الفاظ باہم مترادف ہیں، البتہ اگر اس سے خدا کی رضا مقصود ہو تو اسے صدقہ کہا جائے گا[۴]
امام شافعیؒ کے نزدیک کسی بھی غرض سے اپنی مملوکہ شئ کو دوسرے کی ملکیت بنا دینا ہبہ ہے، لہذا ان کے مطابق ہبہ کا مفہوم ہدیے اور صدقے دونوں سے وسیع تر ہوگا۔ لہذا ہر صدقے اور ہر ہدیے کو ہبہ تو کہہ سکتے ہیں، مگر ہر ہبہ کو ہدیہ یا صدقہ نہیں کہہ سکتے[۵]

---

۱ المحلی، شرائع الاسلام القسم الرابع، ص ۳۵۳

۲ التعریفات، ص ۱۷٦

۳ الجزیری: الفقہ علی مذاہب الاربعہ، ۳: ۳۸

۴ معجم الفقہ الحنبلی، ۲: ۱۰۲۷

۵ الجزیری، ۳: ۲۸۲ تا ۲۸۳

ھبۃ الثواب یا ھبۃ العوض

اگر ہبے میں بدلے (ثواب) کو مشروط ٹھہرا دیا جائے یعنی یہ کہ "میں تجھے فلاں شی ہبہ کر دوں گا، بشرطیکہ تو مجھے فلاں چیز ہبہ کرے" تو امام شافعیؒ کے نزدیک، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے استشہاد کرتے ہیں، وہ ہبہ نہیں، بلکہ بیع ہے[۱]۔ دیگر تینوں ائمہ کرام کے نزدیک، گو یا وہ قولاً اور لفظاً ہبہ ہی ہے، مگر اپنے احکام، مثلاً حق واپسی، حق خیار رویت و شفعہ وغیرہ میں بیع (یعنی فروخت کرنا) ہی ہے۔ جس کی تکمیل حصول عوض پر موقوف ہوتی ہے۔ اسی لیے اگر موہوب لہ کے دیے ہوئے عوض پر واہب راضی ہو جائے تو وہ بیع کی طرح ایک محکم عقد شرعی ہو جاتا ہے، جسے بعد ازاں "واہب" (ہبہ کنندہ) یا اس کے کسی وارث کو واپس لینے اور ہبہ منسوخ کرنے کے بعد میں واپسی کا حق حاصل نہیں رہتا[۲]۔ اس کی آگے دو صورتیں ہیں: (۱) معاوضہ کی مقدار متعین ہو، مثلاً زمین کی صورت میں اس کی پوری تفصیل وغیرہ ایسی صورت میں جیسے ہی موہوب لہ، اس "ہبہ" کو قبول کرنے کا اعلان کرے، اس کے ساتھ ہی اس پر اس کے معاوضہ کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔

ثانیاً: اگر ہبہ کے معاوضے کی مقدار مبہم ہو یعنی یہ تو اس نے بتایا ہو کہ معاوضہ کس نوع یا جنس سے ہو گا، مگر اس کی تعداد یا مقدار وغیرہ کا ذکر نہ کیا ہو، بلکہ اسے مبہم چھوڑ دیا ہو۔ تو ایسی صورت میں: (الف) اگر موہوب لہ نے اس کے بدلے میں کوئی شی بھی یا اس کے بیان کردہ شی کی جتنی تعداد اور مقدار بھی بطور معاوضہ واہب کو دے دی اور اس نے اور واہب نے قبول کر لی تو یہ پختہ ہو جائے گا، یا (ب) واہب نے خود مقدار کی وضاحت کر دی تو اس کی وضاحت قابل اعتنا ہو گی، تاہم اگر موہوب لہ اس معاوضے پر راضی نہ ہو یا واہب نے اس کے دیے ہوئے اس معاوضے کو پسند نہ کیا تو یہ ہبہ منسوخ ہو جائے گا[۳]۔

---

۱ الشافعی: کتاب الأم، ۳: ۲۸۳۔

۲ ایضاً؛ معجم الفقہ الحنبلی، ۲: ۷۱۹۔

۳ الجزیری، ۳: ۲۱۶؛ ابن حزم: المحلی، ۲: ۱۰۲

قابل ہبہ اشیاء

(۱) کسی چیز کے قابل ہبہ ہونے کی پہلی شرط واہب کی اس پر جائز ملکیت ہے، لہٰذا غصب شدہ یا غیر مملوک اشیاء وغیرہ کا ہبہ درست نہیں ہوتا[1]

اور اگر موہوب لہ کو اس غصب کا کسی طرح پہلے سے علم ہو، مگر با ایں ہمہ وہ اس ہبہ کو قبول کرے، تو پتہ چلنے اور دریافت ہو جانے پر موہوب لہ بھی ضامن ٹھہرے گا[2]

(۲) دوسری شرط یہ ہے وہ معدوم نہ ہو جیسے مثلاً کوئی شخص درختوں پر پھل لگنے سے پہلے ہی پھل اور غلہ کی پیداوار سے قبل غلہ ہبہ کر دے ایسی شئ کا ہبہ باطل ہوگا[3]

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مجہول بھی نہ ہو، مثلاً کسی بچے کا شکم مادر میں، ہبہ وغیرہ' کیونکہ جب تک بچہ پیدا نہ ہو، اس وقت تک اس کے بارے میں کسی کو بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ بچہ کیسا ہوگا، زندہ ہوگا یا مردہ، لہٰذا اس کا ہبہ بھی جائز نہ ہوگا[4]

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ جس شی کو ہبہ کیا جا رہا ہے وہ شئ دیگر غیر موہوبہ اشیاء سے الگ تھلگ یعنی علیحدہ ہو، مثال کے طور پر بھیڑ کے بال اس کے جسم سے یا پھل درخت سے[5]

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ شی مشاع (یعنی ایسی شئ جس کی ملکیت میں دو یا اس سے زیادہ افراد مشترک ہوں) نہ ہو اور اگر وہ مشاع ہو، تو اس کے جواز و عدم جواز میں کچھ تفصیل ہے۔ وہ اسی طرح کہ اگر: وہ شئ ناقابل تقسیم ہو، مثلاً گھوڑا، مگر حصوں کی مقدار متعین و معلوم ہو، تو یہ ہبہ حصوں کی تقسیم کے بغیر بھی درست ہوگا[6] اگر وہ شئ قابل تقسیم تو ہے، مگر منقسم شدہ

---

[1] معجم الفقہ الحنبلی، ۲: ۱۹۷

[2] معجم الفقہ الحنبلی، ۲: ۱۹۷

[3] السرخسی: المبسوط، ۱۲: ۷۱؛ الکاسانی: بدائع الصنائع، ۶: ۱۴۲-

[4] ابن حزم: المحلّی، قاہرہ ۱۳۵۲ھ، ۶: ۱۴۲؛ معجم الفقہ الحنبلی، ۲: ۱۹۷

[5] بہار شریعت۔ ۱۴: ۶۸

[6] ہدایہ، ۳: ۲۸۲؛ معجم الفقہ الحنبلی، ۲: ۱۹۷

نہیں، مثلاً زمین کا کوئی پلاٹ قطعہ اراضی وغیرہ، تو اس کا ہبہ حنابلہ اور شوافع کے نزدیک جائز مگر احناف کے نزدیک اس وقت تک درست نہ ہوگا، جب تک اس کو تقسیم نہ کرلیا جائے[۱] اور کوئی چیز دو افراد کی یکساں طور پر ملکیتی کسی دوسرے فرد کو ہبہ کر دے تو یہ ہبہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو باطل ہوگا، مگر امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہوگا۔ ہاں البتہ اگر شیوع مذکورہ صورت حال ہبہ کے بعد طاری ہوئی تو وہ مانع ہبہ نہ ہوگی[۲]

(۶) چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ چیز ہبہ کے وقت ہر طرح واہب کے قبضے میں ہو، لہٰذا اگر کسی نے قرض پر دی ہوئی رقم یا غصب شدہ چیز ہبہ کر دی ہو تو ہبہ درست نہ ہوگا[۳]

(۷) ساتویں شرط یہ ہے کہ ہبہ کی جانے والی چیز کچھ مالیت بھی رکھتی ہو، یعنی وہ چیز مال متقوم (VALUABLE PROPERTY) ہو، پھر خواہ ٹھوس (مادہ) جسم کی حامل ہو یا غیر مادی جسم رکھتی ہو، اشیاء میں مادی اور غیر مادی دونوں قسم کی اشیاء شامل ہیں۔ لہٰذا اگر اس نے کوئی ایسی شئ ہبہ کی جس کی مارکیٹ میں کوئی قیمت نہ تھی (یعنی وہ WORTHLESS ہو) تو اس کا ہبہ درست نہ ہوگا[۴]

(۸) آٹھویں شرط یہ ہے کہ شریعت کی رو سے اس کی خرید و فروخت اور نقل وحمل کی ممانعت بھی نہ ہو، مثلاً شراب اور منشیات وغیرہ[۵]

(۹) نویں شرط یہ ہے کہ اس کی ملکیت ناقابل انتقال بھی نہ ہو، امّ ولد (یعنی ایسی باندی جو اپنے آقا سے صاحب اولاد ہو جائے اس) کا ہبہ درست نہیں۔

---

[۱] ہدایہ، ۲ : ۲۸۳ ۔ ۲۸۴ ۔

[۲] ہدایہ، ۲ : ۲۸۴ ۔

[۳] معجم الفقہ الحنبلی، ۲ : ۷۱۹ ؛ ہدایہ، ۳ : ۲۸۴ ۔ ۲۸۵ ۔

[۴] جسٹس تنزیل الرحمان، مجموعہ قوانین اسلام، ۳، ۹۴۵ ۔

[۵] الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ۳ : ۳۸۷

(۱۰) دسویں شرط یہ ہے کہ وہ چیز کسی مصرف میں مشغول بھی نہ ہو۔

(ب) واہب کے ضروری اوصاف:

واہب کے لیے ضروری ہے کہ وہ:

۱۔ عاقل ہو۔

۲۔ بالغ ہو۔

۳۔ آزاد ہو لہٰذا اگر کوئی نابالغ بچہ، یا کوئی دیوانہ اور مخبوط الحواس شخص یا کوئی غلام کوئی شئ ہبہ کرے، تو اس کی طرف سے ہبہ درست اور جائز نہیں ہوتا۔

۴۔ وہ اس چیز کا مالک ہو، اور مالکیہ کے نزدیک ——— وہ اپنی جملہ املاک کے برابر مقروض بھی نہ ہو (اس صورت میں ہبہ قرض خواہوں کی مرضی پر موقوف ہوگا)،

۵۔ نشہ میں نہ ہو۔

۶۔ مرتد نہ ہو۔

۷۔ شادی شدہ عورت نہ ہو (جس کا ہبہ خاوند کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے)[۱] ورنہ اس کا ہبہ درست نہ ہوگا، تاہم اگر کوئی ایسا مریض ہو، جو (۱) جو مرض الوفات (ایسا مرض جو اس کی موت کا باعث بن جائے) میں مبتلا ہو، یا (۲) کسی ایسے مسافر کا ہبہ جو کسی طوفان میں گھرے ہوئے بحری جہاز پر سوار ہو، یا (۳) کسی ایسے شخص کا ہبہ، جو کسی شدید وبائی مرض، مثلاً طاعون وغیرہ میں مبتلا شہر کا باشندہ ہو، یا (۴) کسی ایسے قیدی کا ہبہ جو قتل کے لیے لے جایا جا رہا ہو اور یا (۵) کسی غالب دشمن سے جنگ کے لیے جانے والے سپاہی کا ہبہ صرف ایک تہائی تک درست ہے[۲]

---

[۱] الجزیری: الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ۳: ۲۸۵-۲۹۸

[۲] الشافعی: کتاب الام، ۳: ۲۸۴-۲۸۵

ج۔ ہبہ کے ارکان :

ہبہ کے ارکان حسب ذیل ہیں :

۱۔ **ایجاب** : اس پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ ایجاب (یعنی دوسرے کو اپنی شئی ہبہ کرنے کے لیے الفاظ کا سہارا لینا) ہبہ کا بنیادی رکن ہے[۱] اور احناف کے ایک قول کے مطابق تو "ایجاب" ہی ہبہ کا واحد رکن ہے[۲] اس کا اظہار تقریر و تحریر دونوں طرح سے ہی درست ہے۔ ایجاب کے لیے واہب وہ تمام الفاظ استعمال کر سکتا ہے، جن سے بالصراحت کسی کو کوئی شئی دینے اور اپنی ملکیت سے دست بردار ہونے کے معنی نکلتے ہوں[۳] اور اگر واہب نے بالفرض زبان سے تو کچھ نہ کہا عملاً دوسرے شخص کو کوئی چیز دے دی تو یہ فعل بھی ایجاب کے لیے کافی ہوگا۔ تاہم اگر اس نے صریح لفظوں کے بجائے ذو معنی لفظ استعمال کیا تو واہب سے اس کی مراد پوچھی جائے گی کہ اس کی نیت کیا ہے اور وہ اس سے کیا چاہتا ہے[۴] اور اگر اس نے ایسے الفاظ استعمال کیے، جن سے عاریت پر دینے کا مفہوم سمجھا جاتا ہو (مثلاً یہ کہا: کہ یہ مکان تمہیں رہنے کے لیے دیتا ہوں وغیرہ) تو اس جگہ عاریت ہی شمار ہوگی[۵]

۲۔ **قبول** : اکثر ائمہ کرامؒ اور فقہاء نے ہبہ کا دوسرا رکن موہوبہ شئی کا "قبول کرنا" قرار دیا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک قبولیت کا فوری اور حسب ایجاب ہونا لازمی ہے[۶] ایجاب کی طرح قبولیت کا اظہار بھی زبانی کلامی یا عملی طور پر دونوں طرح سے ممکن ہے[۷]

---

[۱] ہدایہ، ۲ : ۲۶۷

[۲] الجزیری، ۳ : ۳۸۹ - ۳۸۷

[۳] ہدایہ، ۲ : ۲۶۸، معجم الفقہ الحنبلی، ۳ : ۳۸۶ - ۳۸۷ -

[۴] الجزیری، ۳ : ۳۸۶ - ۳۸۷ -

[۵] ہدایہ، ۲ : ۲۷۸

[۶] الجزیری، ۳ : ۳۹۵

[۷] مولانا امجد علی، بہار شریعت، ۱۴ : ۶۷ -

اگر موہوب لہ یعنی جس کو وہ شئی ہبہ کی گئی ہو، غیر عاقل بچہ ہو اور وہ اسے قبول نہ کر سکتا ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی (سرپرست) اسے قبول کرے گا۔ عام حالات میں ہبہ قبول کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر واہب موہوب لہ کا باپ ہے تو ایسے موقع پر اس کا کہنا ہی کافی ہوگا۔ اور بچے کی جانب سے قبولیت شرط نہیں۔

۳۔ **قبضہ:** اکثر ائمہ نے موہوبہ شئی پر قبضہ کرنا بھی لازم ٹھہرایا ہے، کیونکہ فرمان نبوی ہے:

لا یجوز الھبۃ الا مقبوضۃ[۲] ہبہ قبضے کے بغیر جائز نہیں ہوتا۔

یہ قبضہ واہب کی اجازت سے ہونا چاہیے، البتہ اگر موہوب لہ، نے اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو دوبارہ اذن کی ضرورت نہیں، لیکن اگر مجلس بدل گئی تو قبضے کے لیے دوبارہ اجازت لینا ضروری ہے، اگر وہ چیز پہلے ہی موہوب لہ، تصرف میں ہو تو تب تجدید ملکیت کی ضرورت نہ ہوگی[۳] حنابلہ کے نزدیک ماپ تول کر دی جانے والی اشیاء میں قبضہ لازمی شرط ہے، دیگر اشیاء میں قبضہ ضروری نہیں، فقط منہ زبانی ایجاب و قبول کا ہو جانا کافی ہے[۴] ایک دوسرے قول کی رو سے تمام اقسام و انواع میں قبضہ ضروری ہے، یہ قول جمہور کے مسلک کے مطابق ہے[۵]

قبضہ کیسے دیا جائے؟ اس ضمن میں فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر تو معاملہ منقولہ جائداد Moveable PROPERTY کا ہو، تو ضروری ہے کہ وہ شئی موہوب لہ کے ہاں منتقل کر دی جائے، یا وہ خود اس کو اٹھا کر کسی جگہ منتقل کر دے اور اگر وہ غیر منقولہ جائیداد (Immoveable PROPERTY) ہو، تو موہوبہ شئی کی موہوب لہ، کو سپردگی اور اس کا اس کے حق میں تخلیہ وغیرہ ضروری ہوگا[۶] اگر موہوب لہ، بچہ یا دیوانہ شخص ہے تو اس کا والد

---

[۱] معجم الفقہ الحنبلی، ص ۷۱۷ [۲] ہدایہ، ۲ : ۲۷۰

[۳] ایضاً، ص ۲۶۷، بحوالہ مصنف عبدالرزاق۔

[۴] ہدایہ، ۳ : ۲۷۰ [۵] معجم الفقہ الحنبلی، ۲ : ۷۱۸،

[۶] معجم الفقہ الحنبلی، ۲ : ۷۱۸،

[۷] السرخسی: کتاب المبسوط، ۱۲ : ۴۸-۴۹، الشافعی: کتاب الام، ص ۴۷۴

یا سرپرست اس کی طرف سے اس شئ پر قبضہ کرے[۱] امام مالکؒ کے نزدیک موہوبہ شئ پر قبضہ کرنا غیر لازمی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک ہبہ ایک بیع ہے اور بیع بغیر قبضے کے بھی مکمل ہوجاتی ہے۔

چونکہ تینوں ائمہ کرام کے نزدیک قبضے کو ہبہ میں لازم ٹھہرایا گیا ہے، لہٰذا اس مال کا ہبہ جائز نہیں، جو زیر قبضہ نہ ہو مثلاً بھاگا ہوا غلام، فضا میں اڑتا ہوا پرندہ، غصب شدہ مال اور قرض وغیرہ[۲] اور اگر قبضے سے پہلے واہب اور موہوب لہ میں سے کوئی ایک مرجائے تو اس کے درست یا عدم درست ہونے کے متعلق دونوں قول ہیں۔

اولاد کو کوئی شئ ہبہ کرنے کی صورت میں اولاد کے مابین مساوات کا خیال رکھنا چاہیے۔ ایک صحابی حضرت نعمانؓ بن بشیر فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم حضرت بشیرؓ نے مجھے ایک غلام دیا اور پھر مجھے ہمراہ لے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تو نے اپنے ہر بیٹے کو غلام دیا ہے، والد محترم نے کہا نہیں اس پر آنحضورؐ نے فرمایا تو اپنے ہبہ میں رجوع کرلے، اور دوسری روایت میں ہے کہ کیا تجھے یہ بات اچھی نہ لگے گی کہ تیرے تمام بیٹوں کا تجھ سے ایک جیسا سلوک ہو، انہوں نے فرمایا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ تب تو پھر یہ عطیہ واپس لے لے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کو کوئی عطیہ دیا ان کی بیوی (حضرت نعمان کی والدہ) کہنے لگی کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گی جب تک تو اپنے اس عطیے پر نبی اکرمؐ کو گواہ نہ بنائے گا۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں آئے اور ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد کے مابین عدل کا خیال رکھو۔ تاہم بعض مصالح کے تحت ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کی گنجائش ہے، مگر اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا مقصد کسی دوسرے وارث کو نقصان پہنچانا نہ ہو۔ اس قسم کے ہبہ کو "تفضیلی" ہبہ کہتے ہیں۔ یہ تفضیلی ہبہ احناف، شوافع اور ایک قول کے مطابق حنابلہ کے نزدیک دیانت کے پہلو سے

۱ہدایہ، ۲ : ۲۷۵

۲معجم، ۲ : ۷۱۸

مکروہ، مگر قضاء (عمل درآمد کے اعتبار سے) درست ہے۔ امام احمد بن حنبل (کے دوسرے قول کے مطابق) اور علامہ ابن حزم اور ظواہر کے ہاں یہ قطعاً ناجائز ہے [۱]

۴۔ ہبہ کو واپس لینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ میں واپسی کو سخت ناپسند قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے :

مثل الذی یرجع فی صدقتہ کمثل الکلب یقی ثم یعود فی قیئہ [۲]

(جو صدقہ کرنے کے بعد اس میں رجوع کرتا ہے، اس کتے کی مانند ہے جو قے کرنے کے بعد اسے چاٹتا ہے۔

اسی بنا پر ائمہ ثلاثہ یعنی جمہور کے نزدیک اجنبی کو کیے گئے ہبہ میں رجوع ناجائز ہے۔ اجنبی سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص بیٹا یا بیٹی وغیرہ نہ ہو۔ احناف نے حسب ذیل صورتوں میں اس کی اجازت دی ہے؛

۱۔ وہ شئ اب تک موہوب لہ کے قبضے میں ہو، وہ اسے آگے منتقل نہ کر چکا ہو، یا وہ شئ ہلاک یا تلف نہ ہو چکی ہو۔

۲۔ وہ اس میں کوئی اتنا کا تصرف نہ کر چکا ہو جس سے اس کی ملکیت قابل انتقال نہ رہی ہو (مثلاً لونڈی کو امّ ولد، غلام کو مکاتب، مدبر بنانا وغیرہ)۔

۳۔ وہ اس میں کوئی "متصل اضافہ" نہ کر چکا ہو (مثلاً خالی زمین ہو، تو اس میں شجر کاری یا مکان وغیرہ بنالیا)؛

۴۔ اس سے دیگر افراد کا تعلق نہ پیدا ہو گیا ہو مثلاً اگر وہ لونڈی یا غلام ہے، تو ان کا نکاح وغیرہ نہ کر دیا ہو۔

۵۔ ان میں سے کوئی ایک مر نہ چکا ہو، اگر یہ پانچوں شرائط پائی جاتی ہوں، تو حنفی

---

[۱] دیکھیے الکاسانی : بدائع الصنائع، ۶ : ۱۲۷ ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ۵ : ۱۴۴
[۲] مسلم الصحیح، مطبوعہ قاہرہ، ۵ : ۶۴۔

مسلک کی رو سے واہب اپنا ہبہ واپس لے سکتا ہے[1] جبکہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ صرف والد اپنی اولاد کو دیئے ہوئے ہبہ کو واپس لے سکتا ہے کسی اور صورت میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے[2] امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے، ان کا عمل اس حدیث پر ہے جس میں آپ نے حضرت بشیر کو اپنے بیٹے حضرت نعمانؓ کو دیئے ہوئے ہبہ میں رجوع کرنے کا حکم دیا تھا[3] نیز ان کا استدلال اس حدیث نبوی سے بھی ہے جس میں ارشاد نبوی ہے،

لا یرجع فی ھبتہ الا الوالد من ولدہ[4]

(کوئی ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ میں رجوع نہ کرے، البتہ والد اپنے بیٹے کو دیئے ہوئے ہبہ میں رجوع کر سکتا ہے۔

حنفی مسلک میں اگرچہ ہبہ میں رجوع کرنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن اس کے لیے کڑی شرائط ہیں جن میں سے بعض کا سطور بالا میں ذکر آچکا ہے۔ ان کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہبہ مندرجہ ذیل اقسام سے تعلق نہ رکھتا ہو،

۱۔ کسی ذمی کو دیا ہوا ہبہ،
۲۔ میاں بیوی کا ایک دوسرے کو دیا ہوا ہبہ، یا
۳۔ واہب، موہوب لہ سے اس کے بدلے میں کچھ عوض وصول نہ کر چکا ہو مندرجہ بالا

تینوں صورتوں میں احناف کے نزدیک بھی رجوع ناجائز ہے، البتہ اگر موخر الذکر صورت میں واہب نصف کا عوض وصول کر چکا ہو اور نصف کا ابھی باقی ہو تو صرف بقیہ نصف میں رجوع ناجائز ہے[5]

۱؎ ہدایہ، کتاب الہبہ۔
۲؎ معجم الفقہ الحنبلی، ۲ : ۷۳۳ - ۷۳۴
۳؎ مسلم الصحیح، ۵ : ۶۵
۴؎ النسائی، مشکوٰۃ، ۴ : ۶۶، کتاب العطایا۔
۵؎ ہدایہ، ۲، ۲۷۳ - ۲۷۴۔

احناف کا استدلال اس روایت سے ہے جس میں مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا :

الواهب احق بهبته مالم يثبت منها[1]

"ہبہ کرنے والا اپنے دیئے ہوئے ہبہ میں رجوع کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے جب تک وہ ہبہ ثابت نہ ہوا ہو، یعنی اس کا عوض قبول نہ کیا ہو۔

علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر کو اپنے بیٹے کو دیئے ہوئے کو واپس لینے کا حکم دیا تھا[2]

رہی کتے کی اپنی قے چاٹنے والی حدیث تو احناف اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد اظہار ناپسندیدگی (کراہت تنزیہی) ہے۔ رجوع کا طریقہ یہ ہے کہ واہب یہ کہے "کہ میں نے اپنے ہبے میں رجوع کیا[3] واپسی کے لیے دونوں کی رضامندی یا حاکم کا فیصلہ شرط ہے[4]

۵ ۔ ہبہ کی مندرجہ ذیل اقسام بھی بحث طلب ہیں : (۱) ہبہ عمریٰ، یعنی موہوب لہ کو موہوبہ شئ سے اس کی زندگی تک استفادہ کرنے کی اجازت دینا۔ اس کی مثالیں عہد نبویؐ و عہد صحابہؓ میں بھی ملتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز ٹھہرایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

ايما رجل اعمر عمرى له ولعقبه[5]

جس شخص نے کسی کو ہبہ عمریٰ دیا وہ اس کے اور اس کے ورثہ کے لیے ہے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا :

العمرىٰ جائزة[6] ہبہ عمریٰ جائز ہے۔

---

[1] ہدایہ بمحل مذکورہ

[2] مسلم بمحل مذکور

[3] معجم الفقہ الحنبلی، ۲، ۴۴۰

[4] ہدایہ، ۲ : ۲۷۵۔

[5] مشکوٰۃ : ۴ : ۶۴

[6] المرغینانی ؛ ہدایہ، ۳ : ۲۷۵، الشافعی، کتاب الام، ۳ : ۲۸۵

اسی طرح حضرت جابر سے مروی ہے۔

ان العمریٰ میراثٌ لاھلھا[۱]

عمریٰ اس کے گھروالوں کی وراثت ہے۔

اس لیے تمام فقہاء نے اس کے جواز کو تسلیم کیا ہے کہ کوئی شئ کسی کو زندگی بھر استعمال اور استفادے کے لیے دی جاسکتی ہے۔ البتہ اس سے آگے اختلاف ہے: جمہور ائمہ یعنی احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ہبہ کردہ شئ واہب کی طرف کبھی نہیں لوٹتی اور لوٹانے کی شرط باطل ہوتی ہے۔ وہ شئ وراثتہً موہوب لہ اور اس کے ورثا کو مل جاتی ہے۔ خود احادیث نبویہ میں بھی اس کی صراحت کی گئی ہے کہ ہبہ عمریٰ موہوب لہ اور اس کے ورثہ کے لیے ہوتا ہے، موہوب لہ کے مرنے کے بعد بھی وہ واہب یا اس کے خاندان کو واپس نہیں ملتا۔ البتہ مالکیہ کے نزدیک موہوب لہ کے مرنے سے وہ چیز واپس واہب کو لوٹا دی جاتی ہے[۲]

ہبہ العمریٰ اپنے دیگر احکام، ایجاب وقبول اور قبضہ وغیرہ میں عام ہبات کی طرح ہے[۳]

مسلک بھی مالکیہ کے قریب قریب ہے[۴]

۲۔ ہبہ شیعی:

یعنی واہب نے ہبہ کرتے وقت یہ کہا ہو: اگر میں پہلے مرجاؤں تو یہ چیز تمہاری ہے، اگر تم پہلے مرجاؤ تو یہ میری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ ہبہ باطل اور لغو ہے[۵] امام ابویوسف اور ظواہر نے اس کو ہبہ عمریٰ کی طرح جائز ٹھہرایا ہے، البتہ شرط کو لغو قرار دیا ہے۔ قریب قریب یہی مسلک حنابلہ کا بھی ہے[۶] اسی طرح اگر ہبہ کے ساتھ کوئی ایسی شرط دی گئی، جو فی نفسہ باطل ہو تو ہبہ درست مگر شرط لغو ہوگی۔

۳۔ ھبۃُ الثواب، یا ھبۃُ العوض:

یعنی ایسا ہبہ جس کے عوض کوئی شئ واہب کو واپس کی جائے۔ اس کو بعض ائمہ نے

۱۔ ہدایہ: ۲: ۲۷۶۔ کتاب الام، ۳: ۲۸۵۔ ۲۔ ایضاً: کتاب الام، ۳: ۲۸۵۔

۳۔ القدوری: المختصر، ص ۱۳۰۔ ۴۔ المحلی: شرائع الاسلام، القسم الرابع، ص ۲۵۲

۵۔ ہدایہ، ۲: ۲۷۵ ۶۔ معجم الفقہ الحنبلی، ۲: ۷۲۲

"بیع" ہی قرار دیا ہے، کیونکہ ہبہ کی یہ قسم بیع ہی کی طرح دو اشیاء کے باہمی تبادلے پر مبنی ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیتے اور لیتے رہیں۔ کیونکہ اس سے باہمی الفت اور بھائی چارے میں اضافہ ہوتا ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معمول تھا کہ آپ کو جو بھی ہدیہ دیتا آپ بھی جواباً سے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور عنایت فرماتے۔ آپ کی عادت مبارکہ یہ بھی تھی کہ آپ کا تحفہ دوسرے کے ہدیے سے بڑھ کر رہتا تھا۔ امام ترمذی اور ابو داؤد نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بدو نے آپ کی خدمت میں ایک اونٹنی بطور ہدیہ پیش کی آپ نے اسے قبول فرما لیا اور اس کے بدلے میں بدو کو چھ نوجوان اونٹنیاں مرحمت فرمائیں، مگر وہ اس کے باوجود ناراض ہوگیا، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ آپ آئندہ کے لیے قریشی یا انصاری یا ثقفی یا دوسی کے سوا کسی کا ہدیہ قبول نہیں کریں گے[1]

---

[1] ابو داؤد، السنن؛ الترمذی؛ مشکوۃ، ۴ : ۶۷